سنن ابوداود میں روایات کی صحت وضعف کا حکم

(مولانا سہارن پوری کی بذل المجہود کا مطالعاتی جائزہ)

(Investigation of the Authenticity of Traditions in *Sunan Abī Dāwūd*: A Study of *Badhl al-Majhūd*)

*ڈاکٹر مفتی محمد ہارون

Abstract

Investigation of the authenticity of *ḥadīth* has been an important subject in the history of *ḥadīth* sciences. Scholars of *ḥadīth* have been working hard to check the authority and authenticity of *ḥadīth* since the beginning of its compilation. *Ḥadīth* commentators have also been doing efforts to investigate the *Isnād* of relevant prophetic traditions in their commentaries according to the established parameters. This paper studies *Maulānā Khalīl Ahmad Sahāranpūrī's* efforts regarding the authenticity of the prophetic traditions classified by *Imām Abī Dāwūd* in his collection of traditions named *Sunan Abī Dāwūd*. It finds that he puts forward his viewpoint with logical reasoning and authentic allusions while discussing the authority of relevant traditions in various places.

Keywords: Authenticity, *Ḥadīth,* Commentaries, *Muḥaddithīn*, *Badhl al-Majhūd*.

ابتدائے عہد رسالت سے حدیث کی نقل وروایت کے معاملے میں عدیم النظیر احتیاطیں پیش نظر رکھی گئیں، بعد ازاں ماہرین علم نے حدیث کی حفاظت کا مسلسل اہتمام کیا۔یہی وہ دور ہے جب حدیث کے سلسلے میں اسناد اور رواۃ کے حال پر زیادہ توجہ دی جانے لگی۔پھر اہل علم نے اخذ حدیث کے طریقے اور اصل ماخذ تک پہنچنے میں پوری تگ ودو سے کام لیا۔اسناد کی جانچ پڑتال اور طلب حدیث کے طویل سفر کے نتیجے میں ایک راوی کی روایت کا دوسرے راوی کی روایت سے موازنہ کیا گیا اور اس طرح موضوع وضعیف وغیرہ روایات کی معرفت حاصل کی گئی اور احادیث کو پرکھنے کے اصول

* لیکچرر، شعبۂ اسلامی وعربی علوم، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

وضوابط مقرر کیے گئے۔ چنانچہ بعد میں آنے والے محدثین نے اپنی کتب میں انہی ضوابط کی روشنی میں اپنی اپنی کتب احادیث میں احادیث کی استنادی حیثیت کو واضح کیا۔ امام ابوداود سجستانی (م275ھ) نے سنن ابوداود میں احادیث کی استنادی حیثیت کو واضح کرنے کا حتی المقدور اہتمام کیا ہے۔ البتہ بہت سارے مقامات پر وہ سکوت بھی اختیار کرتے ہیں۔ جسے محدثین کی اصطلاح میں " **ماسکت عنه ابوداؤد** " کہا جاتا ہے۔

محدثین کی طرح شارحین حدیث بھی اپنی کتب میں ائمہ کی طرف سے لگائے گئے احکام کی تحقیق کرتے رہے ہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری[1] (م1346ھ/1927ء) نے بھی اپنی شرح "بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد" میں روایات کی چھان پھٹک کا اہتمام فرمایا ہے۔ مولانا سہارنپوری امام ابوداؤد کی طرف سے لگائے گئے حکم کی جہاں تحقیق کرتے ہیں تو وہیں ان روایات کے بارے میں بھی جستجو کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جہاں امام ابوداؤد نے سکوت فرمایا ہوتا ہے۔ زیر نظر سطور میں مولانا سہارنپوری کے اس کام کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی جارہی ہے:

ماسکت عنہ ابوداؤد کا معنی ومفہوم اور حکم

ماسکت عنه ابوداؤد کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوداؤد روایات کی تخریج کے ضمن میں اختلاف رواۃ فی الاسناد کو بھی بیان کرتے رہتے ہیں اور پھر جس راوی کی متابعت ان کے علم میں ہوتی ہے اس کو بھی ذکر فرمادیتے ہیں، جس سے ایک روایت کا راجح اور دوسری کا مرجوح ہونا خود ہی مستفاد اور مترشح ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ایسا صنیع اختیار فرماتے ہیں جس سے فنِ حدیث سے مناسبت رکھنے والے باخبر حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ روایت کس درجہ کی ہے۔ اور بعض مرتبہ تو مصنف خود کسی طریق کے راجح ہونے کی تصریح یا کم از کم اشارہ فرمادیتے ہیں، لیکن بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ روایت ذکر کرنے کے بعد بالکل خاموش رہتے ہیں، روایت میں کوئی اختلاف یا کسی قسم کا کوئی اضطراب کچھ نہیں بیان کرتے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ جس روایت پر مصنف سکوت فرمارہے ہیں وہ کس درجہ کی ہے؟ سو اس قسم کی روایات کے

[1] مولانا خلیل احمد سہارن پوری برصغیر کے کبار محدثین وفقہاء میں شمار کیے جاتے ہیں، آپ کی ولادت اواخر صفر 1269ھ بمطابق دسمبر 1852ء میں اپنے نانہالی قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور میں ہوئی، تحصیل علم کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہوئے۔ علومِ حدیث، فقہ اور علم الکلام میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے، ان میں آپ کی مجتہدانہ استعداد اور وسعتِ نظر تمام ہم عصر علماء میں مسلم تھی۔ 1346ھ میں مدینہ منورہ میں بعد از نماز عصر وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں سے **المهند على المفند ،إتمام النعم على تبويب الحكم،مطرقة الكرامة على مرآة الإمامة ،هدايات الرشيد الى إفحام العنيد**اور **ابو داؤد شريف** کی عربی زبان میں شرح بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد شامل ہے، جو چودہ جلدوں میں دارالبشائر الاسلامیہ سے 1427ھ میں شائع ہوچکی ہے۔ ملاحظہ ہو: مولانا محمد زکریا، مقدمہ اوجز المسالک الی موطا مالک (دمشق، دارالقلم، س ن) ج1ص135۔

بارے میں مصنف نے اس رسالہ میں جو اہل مکہ کے نام ہے ، لکھا ہے "ما لم اذکر فیه شیئافهو صالح[2]" یعنی جس حدیث پر میں کوئی کلام نہ کروں اس کو صالح یعنی قابل احتجاج سمجھنا چاہیے۔اب مصنف نے تو فرمادیا کہ اس طرح کی روایت میرے نزدیک معتبر اور قابل استدلال ہوتی ہے ، لیکن حضرات محدثین کا اس میں اختلاف ہے۔اس میں تین قول مشہور ہیں:

پہلا قول ابن مندہ(م511ھ) کا ہے کہ ماسکت عنہ ابوداؤد بلا تردد قابل احتجاج اور صحیح ہے [3]۔دوسرا قول امام نووی[4](م676ھ) اور حافظ ابن الصلاح[5](م643ھ) کا ہے کہ اگر خارج سے اس کا ضعف ثابت نہ ہو تو وہ حسن کے درجے میں ہے ، قابل حجت اور استدلال ہے۔ تیسرا قول حافظ ابن حجر العسقلانی[6](م852ھ) کا ہے کہ جس روایت پر

---

[2] ابوداؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو، **رسالة ابی داؤد الی اهل مکةوغیرهم فی وصف سننه**(بیروت: دارالعربیۃ، س۔ن، تحقیق: محمد الصباغ)،27۔

[3] ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن ابراہیم العراقی،التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح (المدینۃ المنورۃ: دارالکتب السّلفیہ،ط1 ،1389ھ،1969ء، تحقیق: عبدالرحمٰن محمد عثمان،النوع الثانی : معرفۃ الحسن من الحدیث)،153۔

[4] علامہ نووی کا پورا نام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی دمشقی ہے۔بہت بڑے محدث اور فقہائے شافعیہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ تقوی اور ورع میں اپنے ہم عصر علماء پر فوقیت رکھتے تھے۔کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ان کی معروف ترین تصانیف میں سے شرح صحیح مسلم ، ریاض الصالحین شامل ہیں۔631ھ میں پیدا ہوئے اور 676ھ میں تقریباً 37سال کی عمر میں وفات پائی۔ملاحظہ ہو: سیوطی ، طبقات الحفاظ ، ص506۔

[5] حافظ ابن الصلاح شیخ الاسلام کے لقب سے جانے جاتے تھے ،ان کا پورا نام تقی الدین ابوعمرو عثمان بن المفتی صلاح الدین عبدالرحمان بن عثمان بن موسیٰ الکردی الشھرزوری الموصلی الشافعی ہے۔ان کی تصانیف میں علوم الحدیث اہل علم کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص رعب اور جلال عطاکیا گیا تھا۔ تکلم میں فصاحت وبلاغت میں ایک باکمال شخص تھے۔643ھ میں وفات پائی۔ملاحظہ ہو: ذہبی، سیر اعلام النبلاء ج23ص140,143۔

[6] ان کا پورا نام ابوالفضل، احمد بن علی بن محمد الکنانی، العسقلانی ہے۔حدیث کا کوئی طالب علم ایسا نہیں جو ان کے نام اور کام سے واقف نہ ہو، علم حدیث میں مہارت کے ساتھ ساتھ شعر وادب اور دیگر علوم وفنون میں بھی کامل دسترس تھی ۔درس وتدریس، تالیف وتصنیف سے بھی گہرا شغف تھامزید برآں شعبۂ قضا سے بھی منسلک رہے۔علمائے حدیث ان کے قوتِ حافظہ ،ثقاہت ،علومِ حدیث میں معرفتِ تامہ اور علم میں پختگی اور گہرائی کے معترف رہے ہیں۔856ھ میں وفات پائی۔ان کی معروف ترین تصانیف میں سے تھذیب التھذیب ، تقریب التھذیب اور فتح الباری شرح صحیح البخاری وغیرہ شامل ہیں۔ ملاحظہ ہو: حافظ سخاوی،الضوء اللامع (بیروت: دارالجیل،ط1412ھ) ج2ص36۔

مصنف سکوت فرمائیں اس روایت کا کوئی شاہد اور موئید تلاش کیا جائے۔اگر کوئی شاہد اور موئید مل جاتا ہے تو وہ حجت ہو گی ورنہ قابلِ توقف۔حافظ ابن حجر (م 856ھ) نے اپنے اس قول کی وجہ بیان کی ہے کہ مصنف نے اپنے اس رسالے میں جو انہوں اہل مکہ کے نام لکھا تھا، تحریر فرمایا ہے : **"وما فيه وهن شديد بينته"** یعنی جس روایت میں شدید ضعف ہوتا ہے تو میں اس کو بتلا دیتا ہوں۔حافظ فرماتے ہیں کہ مصنف کے اس کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ جہاں پر وہن غیر شدید ہوتا ہے اس کو نہیں بیان فرماتے ، بلکہ وہاں سکوت فرماجاتے ہیں۔جب یہ صورتحال ہے تو پھر ماسکت عنہ ابوداؤد کو مطلّقاً کیونکر حجت مان لیا جائے۔نیز وہ فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی روایت کی سند میں کوئی ضعیف راوی ہوتا ہے مگر اس کے باوجود مصنف سکوت فرماجاتے ہیں ، جیسے عبد اللہ بن لہیعہ اور صالح مولی التوامہ وغیرہ ، نیز بعض دفعہ کسی ضعیف راوی کی بناء پر اس روایت پر تو کلام فرماجاتے ہیں پھر دوسری جگہ جب وہ راوی آتا ہے تو ما سبق پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر کلام نہیں فرماتے ، لیکن دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ مصنف اس پر سکوت فرما رہے ہیں[7]۔غرض یہ کہ ان تمام وجوہ کا مقتضیٰ حافظ ابن حجر (م 852ھ) نے یہ نکالا ہے کہ ماسکت عنہ ابوداؤد کا حکم توقف ہے، کہ جب تک اس کا شاہد اور موئید نہ ملے اس وقت تک اسے قابل استدلال اور حجت نہ مانا جائے۔

ایک اور قول جو **"الدر المنضود"** [8]میں منقول ہے وہ یہ کہ **ماسکت عنه ا بوداؤد** میں علامہ منذری[9] (م 656ھ) کو دیکھنا چاہیے[10]، اگر وہ بھی سکوت کریں تو وہ روایت قابل استدلال ہے ورنہ نہیں۔چنانچہ بعض مقامات ایسے ہیں کہ وہاں

---

[7] محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسنی الصنعانی ، توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار (بیروت : دار الکتب العلمیۃ، ط 1 ، 1417ھ ، تحقیق : ابو عبدالرحمٰن صلاح بن محمد بن عویضۃ ، مسئلۃ : 14 فی بیان شرط ابی داوٗد)، 1 ص 178۔ نیز **"ماسکت عنه ابوداؤد "** کے بارے میں مفصل کلام ملاحظہ ہو: علامہ زرکشی (م 794ھ) کی " النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح، 1 ص 338، فائدہ: 84 (قولہ) ومن مظانہ۔اسی طرح " التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح، النوع الثانی : معرفۃ الحسن من الحدیث، 1 ص 53۔اسی طرح حافظ ابن حجر کی " النکت علی کتاب ابن الصلاح" الفصل الثانی فی تنکیت الحافظ ابن حجر علی شیخہ العراقی ، 145/1۔اسی طرح علامہ طاہر بن صالح الجزائری (م 1338ھ) کی " توجیہ النظر الی اصول الاثر" فی بیان الکتب التی یھتدی بھاالی معرفۃ، 1 ص 168 جو کہ المکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ حلب سے استاذ عبد الفتاح ابو غدۃ کی تحقیق سے 1416ھ بمطابق 1995ء میں شائع ہو چکی ہے۔**ماسکت عنه ابوداؤد** کے بارے میں مختصر مگر جامع بحث ملاحظہ ہو : ابو یاسر محمد بن مطر بن عثمان آل مطر الزھرانی، تدوین السنۃ النبویۃ ، نشاتہ و تطورہ من القرن الاول الی نھایۃ القرن التاسع الھجری (الریاض، دار الھجرۃ للنشر والتوزیع، ط 1 ، 1417ھ، 1996ء، ثالثا : سنن ابی داوٗد السجستانی، 134/1۔

[8] " الدر المنضود علی سنن ابی داوٗد" مولانا محمد عاقل کے افاداتِ درسیہ کا مجموعہ ہے، اس کا زیادہ تر ماخذ بذل المجہود ہے، اس کے علاوہ جو مضامین ہیں وہ یا تو مولانا زکریا کے افادات ہیں یا مولانا اسعد اللہ کے ، جن سے صاحب کتاب نے درساً سنن ابی داوٗد پڑھنے کا شرف حاصل کیا تھا۔اس کتاب سے مقصود بذل المجہود کی مشکل مباحث کو اردو زبان میں سہل انداز سے پیش کرنا تھا تاکہ طلبہ ومدرسین کے

مصنف نے سکوت فرمایا ہے لیکن علامہ منذری(م656ھ) نے کلام کیا ہے۔[11] لیکن علامہ تقی الدین ندوی نے مقدمہ بذل میں اس بات پر مزید روشنی ڈالی ہے کہ موخر الذکر بات بھی کوئی وزنی معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ بسااوقات جس حدیث کے بارے مصنف سکوت فرماتے ہیں اس پر علامہ منذری بھی خاموشی کا اظہار فرمادیتے ہیں حالانکہ اگر دیکھا جائے تو وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ مثلاامام ابوداؤد نے اپنی سنن کے کتاب الطہارۃ کے باب **کراھیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة** میں اایک روایت نقل فرمائی ہے : "**رایت ابن عمر اناخ راحلته**"[12] اب اس حدیث پر امام موصوف نے سکوت فرمایا ہے۔ مولانا سہارنپوری فرماتے ہیں کہ اس مقام پر علامہ شوکانی(م1250ھ) لکھتے ہیں: **اخرجه ابوداؤد وسکت عنه ،وقدصح عنه انه لا یسکت الا عن ما ھو صالح**

لیے افادہ واستفادہ آسان ہوسکے۔یہی وجہ ہے کہ صاحب کتاب نے ابتداء میں اس کتاب کا نام "تیسر الوصول الی بذل المجھود" تجویز کیا تھا لیکن چند وجوہات کی وجہ سے یہ نام نہ رکھ سکے۔ڈاکٹر تقی الدین ندوی اس کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:"بذل المجھود میں بعض مقامات پر بہت ہی دقیق بحثیں اور مشکل مسائل آگئے ہیں، ضرورت تھی کہ کوئی ایسا فاضل جس کو حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے علوم سے پوری مناسبت ہو،اور سنن ابی داؤد کو متعدد بار پڑھا بھی چکا ہو،اس کی باریکیوں سے واقف ہو،وہ بذل کا اردو زبان میں شگفتہ اور سادہ اسلوب میں ملخص تیار کردے تاکہ طلبہ ومدرسین اور مباحثین و مصنفین کے لیے ان مباحث کا سمجھنا آسان ہوجائے"۔یہ کتاب صرف "کتاب القضاء" ہی لکھی جاسکی ہے جو پانچ جلدوں میں مکتبہ خلیلیہ محلّہ مفتی، سہارنپوریوپی سے متعدد بار شائع ہوچکی ہے۔

[9] ان کا پورا نام ابو بکر محمد بن الحافظ زکی الدین، عبد العظیم بن عبد القوی المنذری ہے، 581ھ میں پیدا ہوئے،ان کی تصانیف میں سے معروف ترین "الترغیب والترھیب" ہے،مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: ذھبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ،ط9، 1413ھ، تحقیق: شعیب الارناؤط وآخرین)،،218،219/33۔اسی طرح مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفۃ چلپی، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون (بیروت: دار الکتب العلمیۃ،ط1413ھ)،554/1۔

[10] علامہ منذری(م656ھ) نے سنن ابوداؤد کی دو شروحات لکھی ہیں،ایک کا نام "العد المورود فی حواشی سنن ابی داؤد" جس کا تذکرہ فواد سیزگین نے تاریخ التراث 1 ص 236 پر کیا ہے، لیکن یہ کتاب چھپ نہیں سکی،اس کے مخطوط نسخے ہی کی طرف فواد سیزگین نے اشارہ کیاہے۔جب کہ دوسری شرح کا نام"شرح مختصر سنن ابی داؤد" ہے،جو مختصر مگر جامع ہے۔اس شرح کے بارے میں حافظ ابن قیم (751ھ) نے اپنی کتاب " تھذیب سنن ابی داؤد" میں جو کہ سنن ابوداؤد کی شرح ہے،کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ" علامہ منذری نے سنن ابی داؤد کی ایسی مختصراور جامع شرح لکھی ہے جس میں جہاں حشو وزوائد سے بے اعتنائی برتی ہے تو وہیں احادیث کی جانچ پڑتال اور خفیہ علل تک بھی رسائی حاصل کرتے ہوئے ان کی وضاحت کی ہے"۔ ابن قیم، تھذیب سنن ابی داؤد،1/ 9۔

[11] مولانا محمد عاقل،الدر المنضود علی شرح سنن ابی داؤد (سہارنپور: مکتبہ خلیلیہ محلّہ مفتی،یوپی، س۔ن)51،52/1۔

[12] سنن ابی داؤد،کتاب الطھارۃ، باب کراھیۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ، رقم الحدیث: 11۔

للاحتجاج ،وکذلک سکت عنه المنذری ، ولم یتکلم علیه فی تخریج السنن ،وذکره الحافظ ابن حجر فی التلخیص ولم یتکلم علیه بشیء[13]"اس حدیث کی تخریج امام ابوداوٗد نے کی ہے لیکن اس پر کوئی حکم نہیں لگایا، محدثین کا اصول ہے کہ امام ابوداوٗد جہاں کہیں سکوت اختیار کرتے ہیں وہ حدیث صالح للاحتجاج ضرور ہوتی ہے۔جب ہم نے علامہ منذری (م656ھ) کی رائے معلوم کرنا چاہی، تو وہ بھی خاموش نظر آئے،اس پر مستزاد یہ کہ جب حافظ ابن حجر کی رائے معلوم کرنا چاہی تو انہوں نے اس کو حسن قرار دیا۔جب کہ حقیقت حال یہ ہے اس حدیث میں ایک راوی ہے جس کا نام حسن بن ذکوان ہے جسے بہت سارے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔اس لئے **ماسکت عنه ا بوداؤد**کے بارے میں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے"۔

مولانا سہارنپوری فرماتے ہیں: **قلت : سکوت المحدثین علیه وقول الحافظ : اسناده حسن ،عجیب،فان حسن بن ذکوان راوی الحدیث ضعفه کثیر من المحدثین ، فکیف یصلح للاحتجاج به ،فقد قال ابن معین وابو حاتم : ضعیف ،وقال ابو حاتم والنسائی ایضا: لیس بالقوی، قال یحیی بن معین: صاحب الاوابد،منکر الحدیث،وقال ابن ابی دنیا: لیس عند ی با لقوی ،وقال الامام احمد : احادیثه اباطیل ،وقال عمرو بن علی: کان یحیی یحدث عنه ،وما رایت عبد الرحمن حدث عنه قط**[14]"میں کہتا ہوں کہ محدثین کا اس حدیث پر سکوت اور پھر حافظ ابن حجر جیسی شخصیت کا اسنادہ حسن کہنا ،انتہائی عجیب معلوم ہوتا ہے ،اس لیے کہ حدیث مذکور کی سند میں حسن بن ذکوان کا تذکرہ آتا ہے، جنہیں اکثر محدثین ضعیف کہتے ہیں،اس کے باوجود یہ حدیث کیونکر حسن ہو سکتی ہے؟ابن معین نے حسن بن ذکوان کے بارے میں کہا کہ وہ ضعیف ہے،ابو حاتم اور امام نسائی نے فرمایا: مضبوط راوی نہیں، یحییٰ بن معین نے فرمایا: منکر الحدیث اور صاحب الاوا بد ہے،ابن ابی دنیا نے کہا: میرے نزدیک وہ مضبوط راوی نہیں ،امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اس کی تمام احادیث باطل ہیں، عمرو بن علی نے کہا: یحییٰ تو اس سے روایت کرتے تھے لیکن میں عبدالرحمٰن کو ان سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا"۔

---

[13] مولانا خلیل احمد سہانپوری، بذل المجھود فی حل سنن ابی داوٗد (بیروت: دار البشائر الاسلامیۃ،ط1، 1427ھ)، 201/1۔

[14] مولانا خلیل احمد سہانپوری، بذل المجھود فی حل سنن ابی داوٗد (بیروت: دار البشائر الاسلامیۃ،ط1، 1427ھ)، 201/1۔

ضعیف[15]

بعض اوقات کسی حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہیں، کبھی ضعف کی وجہ بھی بتاتے ہیں اور کبھی نہیں بتاتے۔اس کی مثال کتاب الادب کے باب فی الختان کی اس روایت سے ملتی ہے جو حضرت ام عطیہ انصاریہ سے مروی ہے[16]،جس کی سند یہ ہے: **حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْأَشْجَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْكُوفِيُّ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ**[17] اس حدیث کے بارے میں مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: **وقد روی ھذ ا الحدیث مرسلا،والمرسل رواہ الحاکم فی المستدرک وغیرہ ،قال ابوداؤد: محمد بن حسان مجھول ،وھذا الحدیث ضعیف ، والاحادیث التی رویت فی ختان المراۃ بطرق مختلفۃ کلھا ضعیفۃ لا یحتج بھا**[18] "مذکورہ روایت مرسلا بھی روایت کی گئی ہے،اور اسے امام حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے،امام ابوداؤد نے اس روایت کے بارے میں خود ہی فرمایا ہے کہ اس حدیث میں آنے والا راوی محمد بن حسان مجھول الحال ہے،اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔اور یہ بات بھی یاد رہے کہ عورت کے ختنہ کے حوالے سے جتنی بھی روایات منقول ہیں وہ سب کی سب ضعیف ہیں،وہ قابل حجت نہیں۔ مولانا سہارنپوری نے اس حدیث کے مرسل ہونے کا جہاں ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ امام حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں نقل

---

[15] حدیث ضعیف کی تعریف حافظ ابن صلاح نے یوں کی ہے: **كُلُّ حَدِيثٍ لَمْ يَجْتَمِعْ فِيهِ صِفَاتُ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ، وَلَا صِفَاتُ الْحَدِيثِ الْحَسَنِ الْمَذْكُورَاتُ فِيمَا تَقَدَّمَ، فَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ.**"ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حسن کی شرائط نہ پائی جائیں،اسے حدیث ضعیف کہا جاتا ہے:(ابو عمرو عثمان بن صلاح الدین عبد الرحمان الشھروزی ،علوم الحدیث لابن الصلاح،المعروف مقدمہ ابن الصلاح (بیروت: دارالکتب العلمیۃ،ط1974ء، تحقیق:د۔عائشہ عبد الرحمٰن بنت الشاطی،النوع التاسع والعشرون، معرفۃ الاسناد)،41/1۔اسی طرح حافظ شیخ احمد شاکر، ابن کثیر اور دیگر محدثین کے نزدیک بھی انہیں الفاظ کے ساتھ ہی تعریف مذکور ہے: قال: **وھو ما لم یجتمع فیہ صفات الصحیح، ولا صفات الحسن المذکورۃ کما تقدم**(شیخ احمد شاکر،الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث (مصر: مکتبۃ دار التراث،الطبعۃ الثالثۃ 1399ھ،1979ء)،20/1۔

[16] پوری روایت یوں ہے: **حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْأَشْجَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْكُوفِيُّ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَنْهِكِي فَإِنَّ ذَلِكَ أَحْظَى لِلْمَرْأَةِ، وَأَحَبُّ إِلَى الْبَعْلِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِمَعْنَاهُ وَإِسْنَادِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ:لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ**

(سنن ابی داوٗد،کتاب الادب، باب فی الختان،رقم الحدیث:5271۔)

[17] سنن ابی داوٗد،کتاب الادب، باب فی الختان،رقم الحدیث:5271۔

[18] سہارنپوری، بذل المجھود،ج659/13۔

کیا ہے تو مناسب یہی تھا کہ اس سند اور متن کو بھی ذکر کر دیتے[19]۔اور کبھی کسی حدیث کو ضعیف قرار دے کر کوئی خاص وجہ نہیں بتاتے۔اس کی مثال کتاب الادب کے باب: الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك کی اس روایت سے ملتی ہے جس کے راوی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ہیں: **حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي الْعَدَبَّسِ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصًا فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ: «لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ، يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا**[20] " حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ لاٹھی پر سہارا لگاتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم تعظیم کی خاطر کھڑے ہو گئے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم عجمی لوگوں کی طرح نہ کھڑے ہوا کرو کہ تمہارا بعض بعض کی تعظیم کر رہا ہو"۔ مولانا سہارنپوری نے امام طبرانی کی تقریر کو ذکر کرتے ہوئے مذکورہ حدیث پر حکم لگایا ہے: قال الطبرانی: **هذا الحديث ضعيف مضطرب السند ،فيه من لا يعرف،كذا فی مرقاة الصعود**[21] " امام طبرانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے،اس کی سند میں ایسا راوی ہے جو مجہول الحال ہے، جسے کوئی محدث بھی نہیں پہچانتا، مرقاۃ الصعود میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔"مذکورہ مقام میں حدیث کے ضعف کو تو بیان کر دیا گیا لیکن یہ ضعف کس راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے ہے؟ یا سند میں کی قسم کا اضطراب ہے؟اس کی وضاحت نہ تو امام طبرانی نے کی ہے اور نہ ہی صاحبِ مرقاۃ الصعود نے،اور نہ ہی مولانا سہارنپوری نے۔سند کے اضطراب یا راوی کے مجہول الحال ہونے کی وضاحت ہو جاتی تو مقام کا سمجھنا آسان ہو جاتا۔[22]

---

[19] امام حاکم نے اپنی مستدرک میں یہ روایت یوں نقل کی ہے: **مَا حَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ سَلْمَانَ الْفَقِيهُ بِبَغْدَادَ، ثَنَا هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ الرَّقِّيُّ، ثَنَا أَبِي، ثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: كَانَتْ بِالْمَدِينَةِ امْرَأَةٌ تَخْفِضُ النِّسَاءَ يُقَالُ لَهَا أُمُّ عَطِيَّةَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اخْفِضِي وَلَا تَنْهَكِي، فَإِنَّهُ أَنْضَرُ لِلْوَجْهِ وَأَحْظَى عِنْدَ الزَّوْجِ** (ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم ،المستدرک علی الصحیحین (بیروت: دارالکتب العلمیۃ،ط1، 1411ھ، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء، ذکر ضحاک بن قیس الاکبر)،603/3۔

[20] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب: الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك، رقم الحدیث: 5230۔

[21] سہارنپوری، بذل المجہود،13/ 616۔

[22] مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق حافظ ابن حجر عسقلانی (م856ھ) نے بھی علامہ طبری (م310ھ) کے حوالے سے فتح الباری میں انہی الفاظ کے ساتھ حکم لگایا ہے: **وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصًا فَقُمْنَا لَهُ فَقَالَ لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ وَأَجَابَ عَنْهُ الطَّبَرِيُّ بِأَنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ مُضْطَرِبُ السَّنَدِ**

اسی طرح بعض اوقات امام ابوداؤد خود اس روایت پر کوئی حکم لگاتے ہیں لیکن اس کی وجہ نہیں بتاتے، مولانا سہارنپوری اس کی وجہ ذکر کردیتے ہیں: اس کی مثال کتاب النکاح کے باب فی نکاح العبد بغیر اذن موالیه کی اس روایت سے ملتی ہے جس کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں: **حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا نَكَحَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهُ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ**[23] نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی غلام اپنے مولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے"۔اس حدیث پر امام ابوداؤد نے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے لیکن وجہ کا ذکر نہیں کیا، مولانا سہارنپوری اس ضعف کی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **لان فی سنده عبد الله بن عمر العمری وهو ضعيف** [24] "یہ حدیث اس لیے ضعیف ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہیں عبد اللہ بن عمر العمری ہیں،اور وہ ضعیف ہیں"۔

مسند[25] اور مرسل ہونے میں اختلاف پر دلائل سے مرسل کو ترجیح

امام ابوداؤد کی عادت ہے کبھی کبھی کسی حدیث کے مختلف طرق کا بھی ذکر کردیتے ہیں،ان کی بھی اغراض ہوتی ہیں، مولانا سہارنپوری ایسے مواقع پر امام ابوداؤد کی غرض کو بھی واضح کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان اسناد کے ذریعے روایت شدہ حدیث پر حکم بھی لگا دیتے ہیں۔اس کی مثال کتاب الطلاق کے باب فی الظهار کی اس روایت سے ملتی ہے جس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں: **كَتَبَ إِلَيَّ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**[26] اس

فِيهِ مَنْ لَا يُعْرَفُ (ابو الفضل احمد بن علی عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری (بیروت: دار المعرفۃ،ط1379ھ، تحقیق: محمد فواد ومحب الدین الخطیب)، 49،50/11۔

[23] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب: فی نکاح العبد بغیر اذن موالیہ، رقم الحدیث: 2079۔

[24] سہارنپوری، بذل المجهود، 648/7۔

[25] مسند کی تعریف میں شیخ احمد شاکر نے حافظ ابن کثیر (م774ھ) سے تین قول نقل کیے ہیں: **قال الحاكم: هو ما اتصل إسناده إلى رسول الله ﷺ. وقال الخطيب: هو ما اتصل إلى منتهاه. وحكي ابن عبد البر: أنه المروي عن رسول الله ﷺ، وسواء كان متصلاً أو منقطعاً. فهذه أقوال ثلاثة.** امام حاکم (م405ھ) کے نزدیک مسند وہ حدیث ہے جس کی سند نبی کریم ﷺ تک متصل ہو۔ خطیب بغدادی (م463ھ) کے نزدیک جس کی سند آخر تک متصل ہو اسے مسند کہتے ہیں، جب کہ حافظ ابن عبد البر نے مسند کی تعریف یوں کی ہے: جو حدیث رسول اللہ ﷺ سے مروی ہو وہ مسند ہے، چاہے وہ متصل ہو یا منقطع۔ملاحظہ ہو: شیخ احمد شاکر، الباعث الحثیث، 1/--20

[26] سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الظهار، رقم الحدیث: 2227۔

حدیث کے بارے میں مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: **وهذا الحديث مسند،وغرض المصنف بذكر هذا الحديث : ان هذا الحديث مختلف فى ارساله واسناده ،فذكر اولا ارساله بطرق مختلفة ،ثم اخرج مسندا بطريق واحد ،ليستدل على رجحان كونه مرسلا على كونه مسندا ،واخرج هذا الحديث النسائى فى مجتباه بهذا الطريق مسندا ،ثم اخرج هذا الحديث من طريق عبد الرزاق عن معمر عن الحكم بن ابان مرسلا ،فاختلف عن معمر فى الارسال و الاسناد**[27] "مذکورہ حدیث مسند ہے،اور مصنف کی غرض اس طریق کو ذکر کرنے سے یہ ہے کہ یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے، جن میں سے اکثر تو مرسل ہیں،اور ایک طریق مسند کا ہے۔ مصنف نے پہلے مرسل کے مختلف طرق کا تذکرہ کیااور آخر میں مسند طریق کا بھی ذکر کردیا تاکہ معلوم ہو جائے ان کے نزدیک مرسل والے طرق راجح ہیں نہ کہ مسند والاطریق۔امام نسائی نے بھی اسی حدیث کو دو مختلف طرق سے ذکر کیا ہے ایک میں مرسل اور ایک میں مسند، لیکن ان کے طرز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرسل اور مسند ہونے کا اختلاف جس راوی سے شروع ہوتا ہے۔اور وہ معمر ہیں۔ غرض خلاصہ یہ کہ مولانا سہارنپوری نے مصنف کی غرض کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے مختلف طرق کا تذکرہ کرکے اس نکتہ کی نشاندہی کی ہے جہاں پر پہنچ کر یہ روایت مرسل یا مسند بن جاتی ہے،اور وہ راوی معمر ہیں جن سے مرسل اور مسند ہونے کا اختلاف شروع ہوتا ہے۔"

علامہ خطابی کا حدیث پر مرسل ہونے کا حکم اور مولانا سہارنپوری کا رد

شرح حدیث کے دوران مولانا سہارنپوری نے اپنے پیش رو شارحین کو بھی مد نظر رکھا ہے،اگر کسی شارح سے کسی مقام پر کوئی تسامح ہوا تو مولانا نے اسے ذکر کرکے دلائل کے ساتھ اس کی تصحیح کی طرف اشارہ کیا ہے۔مقالہ نگار کی نظر میں مولانا سہارنپوری کا یہ طرز ان کی شرح کا ایک امتیازی وصف ہے، جس کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں بھی کیا ہے[28]۔اسی سلسلے میں علامہ خطابی (م388ھ) سے کسی حدیث پر حکم لگانے میں تسامح ہوا جسے مولانا سہارنپوری نے دلائل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے:۔اس کی مثال کتاب الاجارۃ کے باب: **فيمن احيا حسيرا** کی اس روایت سے ملتی

---

[27] سہارنپوری، بذل المجہود،251/8۔

[28] **ومنها : انى فى بعض المواضع انبه على ما وقع فيه التسامع من شارحى ابى داود لئلا يقع الطالب فى الغلط اعتمادا عليه،مع انى ما ابرئ نفسى عن الخطاء والسهو ،ولا اقول هذا اعجابا وفخرا،بل الغرض منه اظهار الحق والصواب، والله ولى التوفيق وبيده ازمة التحقيق**"میں نے اپنی اس کتاب میں سابقہ شارحین کی طرف سے واقع ہونے والے تسامحات پر بھی متنبہ کیا ہے۔ اس میں مقصود کوئی فخر وعجب نہیں،امر واقعہ کا اظہار ہے۔ سب سے بڑھ کر اس سے مقصود، حدیث کے طلبہ کو غلطیوں میں پڑ جانے سے بچانا ہے۔ اگرچہ راقم خود بھی غلطی سے مبرا نہیں اور اللہ ہی توفیق دیتا ہے اور اسی کے ہاتھ میں تحقیق کی لگامیں ہیں" مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مقدمہ بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد(بیروت: دارالبشائر الاسلامیہ ،ط1426،1ھ،2006ء)159/1۔

ہے جسے حضرت شعبی نے روایت کیا ہے: **عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَقَالَ عَنْ أَبَانَ: أَنَّ عَامِرًا الشَّعْبِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ وَجَدَ دَابَّةً قَدْ عَجَزَ عَنْهَا أَهْلُهَا أَنْ يَعْلِفُوهَا فَسَيَّبُوهَا، فَأَخَذَهَا فَأَحْيَاهَا فَهِيَ لَهُ**[29] " رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو کوئی ایسی سواری یا ایسا جانور ملا، جس کو چارہ ڈالنے سے اس کا مالک عاجز آچکا تھا،اس وجہ سے اس نے اسے چھوڑ دیا، سو جس شخص نے اسے پکڑ لیا، پھر اسے چارہ وغیرہ دے کر زندہ رکھا تو وہ جانور اسی کا ہو گا"۔اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سہارنپوری نے علامہ خطابی کی تقریر ذکر کی ہے: **قال الخطابی : وھذا الحدیث مرسل،وذہب اکثر الفقھاءالی ان ملکھا لم یزل عن صاحبھا بالعجز عنھا وسبیلھا سبیل اللقطة،فان جاءبھا وجب علی واجدھا رد ذلک علیه**[30] " علامہ خطابی (م388ھ)فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے،اور اکثر فقہاء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اس جانور کی ملکیت اصل مالک ہی کی رہے گی۔اگرچہ اس کا مالک اس کو چارہ ڈالنے سے عاجز آچکا ہے، لیکن اس کا حکم لقطہ کے حکم کی طرح ہو گا کہ اگر جانور کا اصل مالک آگیا اور اس نے اپنے جانور کا مطالبہ کیا تو اس کا لوٹانا واجب ہو گا"۔اس تفصیل کے بعد مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: **قلت :قوله: وھذا الحدیث مرسل،عجیب من مثله ،فان المرسل ھو الحدیث الذی قال التابعی فیه: قال رسول اللہ ﷺ ولم یذکر الصحابی،فاما ھذ االحدیث فقد ذکر فیه روایة عن غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ فھو مسند ،وابھام اسمائھم لا یجعله مرسلا**[31] " میں کہتا ہوں کہ علامہ خطابی جیسے جلیل القدر محدث کا اس حدیث کو مرسل قرار دینا، بہت زیادہ عجیب ہے،اس لیے کہ حدیث مرسل تو وہ ہوتی ہے، جس میں کوئی تابعی کسی صحابی کا واسطہ ذکر کیے بغیر کہہ دے: قال رسول اللہ ﷺ۔ بہر حال حدیثِ مذکورا اگرچہ اس مقام پر تو صحابی کے نام سے خالی ہے، لیکن یہی روایت دیگر مقامات پر کئی صحابہ سے مروی ہے، لہٰذا یہ مسند ہے نہ کہ مرسل۔اور واضح رہے کہ صحابہ کے نام کے ابہام کی وجہ سے اسے مرسل نہیں قرار دیا جاسکتا"۔

مقالہ نگار کی رائے میں مولانا سہارنپوری کا وقیع تبصرہ اپنی جگہ، لیکن اس مقام پر وہ منہج نہیں اپنایا، جو وہ اسی طرح کے مقامات پر اپنی کتاب میں اپناتے ہیں، یعنی حدیث کے طرق کا استقصاء بھی کرتے ہیں جو اس جگہ نظر نہیں آیا، اگر حدیثِ مذکور کے دیگر طرق کو بھی ذکر کر دیا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا[32]۔

---

[29] سنن ابی داوٗد، کتاب الاجارۃ، باب؛ فیمن احیا حسیرا، رقم الحدیث: 3524۔

[30] سہارنپوری، بذل المجہود، 251/11۔

[31] سہارنپوری، بذل المجہود، 252/11۔

[32] مولانا سہارنپوری کی بات کی تصدیق کتب حدیث اور فقہ کی عبارات سے ہوتی ہے: **رَوَى الشَّعْبِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: «مَنْ وَجَدَ دَابَّةً قَدْ عَجَزَ عَنْهَا أَهْلُهَا، فَسَيَّبُوهَا، فَأَخَذَهَا، فَأَحْيَاهَا، فَهِيَ لَهُ» . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: فَقُلْت - يَعْنِي لِلشَّعْبِيِّ -: مَنْ حَدَّثَك بِهَذَا؟ قَالَ: غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ**

ایک ہی حدیث کے دو مختلف طرق پر متصل اور منقطع ہونے کا حکم

بسا اوقات ایک ہی حدیث دو مختلف طرق سے روایت کی گئی ہوتی ہے، جس کی طرف امام ابوداؤد اشارہ کرتے ہیں، مولانا سہارنپوری ان دونوں روایات کی تحقیق کے بعد حکم لگاتے ہیں۔اس کی مثال کتاب الطھارۃ کے باب الوضوء فی آنیۃ الصفر کی اس روایت سے ملتی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: **حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنِي صَاحِبٌ لِي، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْرٍ مِنْ شَبَهٍ**[33] "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ ﷺ پیتل کے برتن سے غسل کیا کرتے تھے"۔اس حدیث کی سند میں عن ہشام بن عروۃ ان عائشۃ کے الفاظ ہیں۔امام ابوداؤد نے اس کے بعد ایک اور سند ذکر کی ہے: **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ إِسْحَاقَ بْنَ مَنْصُورٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ**[34] اس حدیث کی سند میں **ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا** کے الفاظ ہیں۔مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: **والغرض من ایراد ھذا السند واعادتہ بیان ان الحدیث مخرج بطریقین: منقطع ومتصل ،ولکن فی کلا طریقیہ راو مجھول ،فسند حدیث موسی بن اسماعیل منقطع ،لان ہشام بن عروۃ لم یدرک عائشۃ رضی اللہ عنہا ،وسند حدیث محمد بن العلاء متصل ،لانہ ذکر فیہ عروۃ بین ہشام وعائشۃ رضی اللہ عنہا**[35]"

امام ابوداؤد نے ایک ہی روایت کی دو مختلف اسناد کا ذکر کیا ہے،ان کی غرض یہ بتانا ہے کہ مذکورہ حدیث دو مختلف طرق سے مروی ہے،ایک طریق کے اعتبار سے متصل اور ایک کے اعتبار سے منقطع ہے، لیکن ان دونوں طرق میں ایک راوی مجھول الحال ہے۔پہلا طریق موسی بن اسماعیل کا ہے جو کہ منقطع ہے، اس لیے کہ اس میں : **عن ہشام بن عروۃ ان عائشۃ رضی اللہ عنہا** کے الفاظ ہیں، یعنی حضرت ہشام بن عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، حالانکہ ان کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں،اس لیے مذکورہ طریق سے روایت کی گئی حدیث منقطع ٹھہری۔دوسرا طریق محمد بن العلاء کا ہے،جو کہ متصل ہے ، کیونکہ اس میں ہشام اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المغنی،المغنی(قاہرۃ: المکتبۃ القاہرۃ،س ن)110/6۔عبد الرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ الحنبلی،الشرح الکبیر علی متن المقنع(بیروت: دارالکتاب العربی للنشر والتوزیع،س ن)،325/6۔منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البھوتی،کشاف القناع عن متن الاقناع(بیروت: دارالکتب العلمیۃ،ط1، 1414ھ)،104/4۔

[33] سنن ابی داؤد،کتاب الطھارۃ،باب الوضوء من آنیۃ الصفر،رقم الحدیث: 98۔

[34] سنن ابی داؤد،کتاب الطھارۃ،باب الوضوء من آنیۃ الصفر،رقم الحدیث:99۔

[35] سہارنپوری، بذل المجھود،1ص494۔

درمیان عروہ کا واسطہ مذکور ہے۔ مولانا سہارنپوری نے حدیث کے دونوں طرق کا ذکر کرکے ان پر الگ الگ حکم لگایا ہے، لیکن درمیان کلام میں انہوں نے فرمایا: دونوں سندوں میں ایک راوی مجہول ہے، اس راوی کی تعیین نہیں کی گئی۔ اگر مجہول راوی کی تعیین کر دی جاتی جیسا کہ کتاب کے دیگر مقامات پر ان کا منہج رہا ہے تو بات مزید پختہ ہو جاتی۔

منقطع[36]

کبھی کبھی مولانا سہارنپوری حدیث پر منقطع ہونے کا حکم لگاتے ہیں، اس سلسلے میں کبھی تو وہ علامہ منذری (م656ھ) کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور کبھی خاموشی اختیار کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ بات بھی علامہ منذری ہی کی ہوتی ہے۔ جیساکہ کتاب الطہارۃ کے باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء کی روایت سے پتہ چلتا ہے: **حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِطُهُورِهِ وَطَعَامِهِ، وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِخَلَائِهِ، وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى**[37] "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ طہارت اور کھانے اور دیگر افعال شریفہ کے لیے استعمال ہوتا تھا، اور بایاں ہاتھ استنجاء وغیرہ کرنے کے لیے اور ان کاموں کے لیے تھا جن سے طبیعت کراہت محسوس کرتی ہے"۔ حدیث مذکور کی سند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابراہیم نخعی کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جب کہ امام ابوداؤد نے اس کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے، اس میں ہے: **عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ**[38] مذکورہ سند میں ابراہیم نخعی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اسود بن یزید کا واسطہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا سہارنپوری لکھتے ہیں: **وهذه الرواية تدل على ان فى الرواية المارة انقطاعا بين ابراهيم النخعى وبين عائشة -رضى الله عنها۔**[39] مذکورہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے پہلے والی روایت منقطع تھی کیونکہ ابراہیم نخعی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کسی راوی کا انقطاع ہے۔ مولانا سہارنپوری نے گو اس جگہ علامہ منذری کا قول نقل نہیں کیا، لیکن ان کا کہنا بھی یہی ہے کہ یہ روایت منقطع ہے، اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: **منقطع،فان ابراهيم لم يسمع عن عائشة رضى الله عنها**[40] یہ روایت منقطع ہے اس لیے کہ ابراہیم نخعی کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں"۔ اس مقام پر

---

[36] محدثین کے ہاں حدیث منقطع کسے کہتے ہیں؟ اس کی تعریف آگے حاشیہ نمبر 41 پر آرہی ہے۔

[37] سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، رقم الحدیث: 33

[38] سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، رقم الحدیث: 34

[39] سہارنپوری، بذل المجہود، 274/1۔

[40] منذری، مختصر سنن ابی داؤد، 34/1۔

مناسب یہ تھا کہ منقطع کی تعریف بھی ذکر کردی جاتی[41]، جیسا کہ ایک مقام پر مولانا سہارنپوری نے مرسل کی تعریف اور اس کا حکم ذکر کیا ہے۔

---

[41] محدثین کے ہاں منقطع کی تعریف یہ ہے: أَنَّ الْمُرْسَلَ مَخْصُوصٌ بِالتَّابِعِيِّ، وَأَنَّ الْمُنْقَطِعَ مِنْهُ الْإِسْنَادُ فِيهِ قَبْلَ الْوُصُولِ إِلَى التَّابِعِيِّ رَاوٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الَّذِي فَوْقَهُ، وَالسَّاقِطُ بَيْنَهُمَا غَيْرُ مَذْكُورٍ، لَا مُعَيَّنًا وَلَا مُبْهَمًا، وَمِنْهُ: الْإِسْنَادُ الَّذِي ذُكِرَ فِيهِ بَعْضُ رُوَاتِهِ بِلَفْظٍ مُبْهَمٍ نَحْوَ رَجُلٍ، أَوْ شَيْخٍ، أَوْ غَيْرِهِمَا "حدیث مرسل تو تابعی کے ساتھ ہی مخصوص ہے، جب کہ منقطع وہ روایت ہے جس میں تابعی سے پہلے کوئی راوی ایسا ہو جس کا سماع اپنے مافوق راوی سے ثابت نہ ہو، اور درمیان میں گرا ہوا راوی مذکور نہ ہو، نہ معین طور پر اور نہ ہی مبہم طور پر۔ حدیث منقطع کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ سند جس میں کسی راوی کو مبہم لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو۔ جیسے رجل یا شیخ وغیرہ"ابن الصلاح، مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، ج1/ 57۔ وجمعه والمقاطيع، وهو الموقوف على التابعي قولاً له أو فعلاً " منقطع کی جمع مقاطیع آتی ہے، اس حدیث کو کہا جاتا ہے جو کسی تابعی پر موقوف ہو، چاہے قولا چاہے فعلا۔(ابو زکریا محی الدین یحیٰی بن شرف النووی، التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر فی اصول الحدیث (بیروت: دارالکتاب العربی، ط1405، 1ھ، النوع العاشر: المنقطع)، ج1/ 35۔ الکل انہی الفاظ کے ساتھ علامہ ابن کثیر (م774ھ) نے بھی منقطع کی تعریف کی ہے۔ ملاحظہ ہو: شیخ احمد شاکر، الباعث الحثیث الی اختصار علوم الحدیث، المنقطع)، 1/ص46۔

وفي الفرق بينه وبين المرسل مذاهب لأهل الحديث وغيرهم. فمنها ما سبق في نوع المرسل عن الحاكم صاحب كتاب معرفة أنواع علوم الحديث من أن المرسل مخصوص بالتابعي. وأن المنقطع: منه: الإسناد فيه قبل الوصول إلى التابعي راو لم يسمع من الذي فوقه والساقط بينهما غير مذكور لا معينا ولا مبهما "امام حاکم نے حدیث مرسل اور منقطع میں بہت سارے فروق بیان کیے ہیں، مختصر یہ کہ حدیث مرسل تو تابعی کے ساتھ ہی مخصوص ہے، جب کہ منقطع وہ روایت ہے جس میں تابعی سے پہلے کوئی راوی ایسا ہو جس کا سماع اپنے مافوق راوی سے ثابت نہ ہو، اور درمیان میں گرا ہوا راوی مذکور نہ ہو، نہ معین طور پر اور نہ ہی مبہم طور پر۔ ملاحظہ ہو: ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن ابراہیم العراقی، التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح (المدینۃ المنورۃ: المکتبۃ السلفیۃ، ط1، 1407ھ، النوع العاشر: المنقطع)، 80/1۔

المنقطعِ. فالمشهورُ: أنّهُ ما سقطَ من رواتِهِ راوٍ واحدٌ غيرُ الصحابيِّ. وحكى ابنُ الصلاحِ عن الحاكمِ وغيرِهِ من أهلِ الحديثِ: أنَّهُ ما سقطَ منه قبلَ الوصولِ إلى التابعيِّ شخصٌ واحدٌ، وإن كان أكثر من واحدٍ سمّي: معضلاً. ويسمّى أيضاً: منقطعاً "منقطع کی معروف تعریف تو یہی ہے کہ جس کی سند سے صحابی سے پہلے کوئی ایک راوی گرا ہوا ہو۔ لیکن حافظ ابن صلاح نے امام حاکم سے ایک تعریف یہ بھی نقل کی ہے کہ وہ حدیث جس کی سند سے تابعی تک پہنچنے سے پہلے کوئی ایک راوی گرا ہوا ہو، اور اگر ایک سے زیادہ راوی ساقط ہوں تو اس حدیث کا نام معضل رکھا جاتا ہے۔" ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن ابراہیم العراقی، شرح التبصرۃ والتذکرۃ الفیۃ العراقی (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ط1، 1423ھ، المنقطع والمعضل)، 1/ص216۔

متعدد اسانید ذکر کرکے حدیث پر منقطع ہونے کا حکم

بعض اوقات سنن ابی داؤد کی روایت منقطع ہوتی ہے لیکن امام ابوداؤد کی طرف سے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا گیا ہوتا، مولانا سہارنپوری اس انقطاع کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کی کسی دوسری کتاب کی روایات پیش کرتے ہیں۔اس کی مثال کتاب الجہاد کے باب **فی قتل الاسیر بالنبل** کی اس روایت میں ملتی ہے[42] جس کے راوی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں: **قَالَ لَنَا غَيْرُ سَعِيدٍ، عَنْ ابْنِ وَهْبٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «بِالنَّبْلِ صَبْرًا» ، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ**[43] مولانا سہارنپوری کی نظر میں یہ حدیث منقطع ہے، لیکن امام ابوداؤد نے اس پر کسی قسم کا کوئی حکم نہیں لگایا، لہٰذا حدیث مذکور کے منقطع ہونے پر دلیل کے طور پر مسند امام احمد کی تین روایات کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **قلت اخرج الامام احمد فی مسنده حديث ابی ايوب هذا بثلاث طرق:**

اولها:حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ تِعْلَى ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: " نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَبْرِ الدَّابَّةِ " قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: " لَوْ كَانَتْ لِي دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا[44]

وثانيها:حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ ابْنِ تِعْلَى ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَأُتِيَ بِأَرْبَعَةِ أَعْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُتِلُوا صَبْرًا بِالنَّبْلِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا أَيُّوبَ[45]

وثالثها:حَدَّثَنِي عَتَّابٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، حَدَّثَنَا بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَجِّ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ تِعْلَى حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ، يَقُولُ: " نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَبْرِ الدَّابَّةِ[46] **فثبت**

---

[42] پوری روایت کے الفاظ یہ ہیں: **حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ تِعْلَى، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، «فَأُتِيَ بِأَرْبَعَةِ أَعْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُتِلُوا صَبْرًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لَنَا غَيْرُ سَعِيدٍ، عَنْ ابْنِ وَهْبٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «بِالنَّبْلِ صَبْرًا» ، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَنْهَى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ» ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَأَعْتَقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ**(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی قتل الاسیر بالنبل، رقم الحدیث: 2687۔)

[43] سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی قتل الاسیر بالنبل، رقم الحدیث: 2687۔

[44] ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، المسند (بیروت: مؤسسة الرسالة، ط2، 1420ھ، حدیث ابی ایوب الانصاری)، 3 / 38 560 ، رقم الحدیث: 23589۔

[45] احمد بن حنبل، المسند، حدیث ابی ایوب الانصاری، 561/3، رقم الحدیث: 23590

بهذه الاسانيد ان فی سند ابی داؤد انقطاعا[47] ان تینوں اسانید سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابوداؤد کی ذکر کردہ روایت میں انقطاع ہے"۔

معضل[48]

بعض اوقات مولانا سہارنپوری حدیث پر علامہ منذری کی تقریر سے حدیث پر معضل ہونے کا حکم لگاتے ہیں، لیکن اس پر اپنا تبصرہ نہیں کرتے۔اس کی مثال کتاب الادب کے باب فی بر الوالدین کی اس روایت سے ملتی ہے[49] جس کے راوی حضرت عمر بن سائب ہیں: **حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ السَّائِبِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا** [50] حدیث مذکور پر حکم لگاتے ہوئے لکھتے ہیں: **قال المنذری: هذا معضل،عمر بن السائب يروی عن التابعين**[51] "علامہ منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معضل ہے اس لیے کہ عمر بن سائب تابعین سے روایت کرتے ہیں"۔ مولانا سہارنپوری نے اس پر اپنا کوئی تبصرہ ذکر نہیں کیا،اور نہ ہی معضل کی تعریف بیان کی ہے،اگر معضل کی تعریف کا ذکر ہو جاتا تو زیادہ مناسب تھا۔[52]

---

[46] احمد بن حنبل،المسند، حدیث ابی ایوب الانصاری،591/3،رقم الحدیث: 23592

[47] سہارنپوری، بذل المجهود،327/9۔

[48] معضل کی تعریف بھی حاشیہ نمبر52پر آرہی ہے۔

[49] پوری روایت کے الفاظ یہ ہیں: **حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ السَّائِبِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَأَقْبَلَ أَبُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْآخَرِ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَامَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ»** (سنن ابی داؤد،کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، رقم الحدیث: 5145۔

[50] سنن ابی داؤد،کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، رقم الحدیث: 5145۔

[51] سہارنپوری، بذل المجهود،533/13۔

[52] محدثین نے معضل کی تعریف یہ کی ہے: **والمعضلُ: ما سقطَ من إسنادِه اثنان فصاعداً من أيِ موضعٍ كان. سواءٌ سقطَ الصحابيُّ والتابعيُّ، أو التابعيُّ وتابعُهُ، أو اثنانِ قبلَهُما، لكن بشرطِ أنْ يكونَ سقوطُهُما من موضعٍ واحدٍ. أمّا إذا سقطَ واحدٌ من بين رجلين، ثم سقطَ من موضعٍ آخرَ من الإسنادِ واحدٌ آخرُ فهو منقطعٌ في موضعينِ."** معضل وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گرے ہوئے ہوں،برابر بات ہے کہ وہ تابعی اور صحابی ہوں یا تابعی اور تبع تابعی، یا ان سے پہلے والے دو راوی، لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا سقوط ایک ہی جگہ سے ہو،اگر سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گرے ہوئے ہوں لیکن ایک

مختلف ائمہ کے اقوال سے حکم

بعض اوقات مولانا سہارنپوریؒ حدیث پر حکم لگاتے ہوئے مختلف ائمہ کے اقوال کو پیش کرتے ہیں، لیکن اپنا ذاتی رجحان یا ان میں سے کسی کی ترجیح کے حوالے سے کسی بات کا تذکرہ نہیں کرتے۔اس کی مثال کتاب الصلاۃ کے باب الجمع بین الصلاتین کی اس روایت سے ملتی ہے [53]جس کے راوی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں: **عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ،**

جگہ سے نہ ہوں بلکہ مختلف جگہوں سے گرے ہوئے ہوں تو اس روایت کو معضل نہیں کہا جاتا بلکہ وہ منقطع بن جاتی ہے"۔ العراقی، شرح التبصرۃ، ج1ص216۔

النَّوْعُ الْحَادِيَ عَشَرَ: الْمُعْضَلُ: هُوَ بِفَتْحِ الضَّادِ. يَقُولُونَ: أَعْضَلَهُ فَهُوَ مُعْضَلٌ وَهُوَ مَا سَقَطَ مِنْ إِسْنَادِهِ اثْنَانِ فَأَكْثَرُ، وَيُسَمَّى مُنْقَطِعًا، وَيُسَمَّى مُرْسَلًا عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَغَيْرِهِمْ كَمَا تَقَدَّمَ"معضل وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گر جائیں، معضل کو منقطع بھی کہہ دیا جاتا ہے،البتہ فقہائے کرام کے نزدیک اس کا نام مرسل ہی ہے"۔جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی،تدریب الراوی شرح فی تقریب النواوی،241/1۔

والثاني: قوله: "وحكى الحاكم وغيره من أهل الحديث أنه" أي المنقطع "ما سقط منه قبل الوصول إلى التابعي شخص واحد وإن كان" الساقط "أكثر من واحد" اثنان فصاعدا وهي عبارة الزين "في موضع واحد سمي معضلا وإلا يكن" أكثر من واحد "فمنقطع في موضعين" هذا ظاهر العبارة وليس هذا المفاد هو المراد بل المراد وإلا يكن الساقط هو المتصف بأنه أكثر من واحد في موضع واحد بل كان في موضعين مختلفين مفترقين فهو منقطع في موضعين كما تدل له عبارة الزين فإنه قال: أما إذا سقط واحد من بين رجلين ثم سقط من موضع آخر من الإسناد واحد آخر فهو منقطع في موضعين ثم قال: ولم أجد في كلامهم إطلاق المعضل عليه وإذا كان الانقطاع بأكثر من اثنين قيل منقطع بثلاثة أو أربعة أو نحوهما. امام حاکم وغیرہ سے منقول ہے کہ منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند سے تابعی سے پہلے ایک شخص گرا ہوا ہو۔اور معضل وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گرے ہوئے ہوں، جیسا کہ زین کی عبارت کی وضاحت ہوتی ہے،لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا سقوط ایک ہی جگہ سے ہو،اگر سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی گرے ہوئے ہوں لیکن ایک جگہ سے نہ ہوں بلکہ مختلف جگہوں سے گرے ہوئے ہوں تو اس روایت کو معضل نہیں کہا جاتا بلکہ وہ منقطع بن جاتی ہے"۔محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسینی الصنعانی المعروف امیر الصنعانی،توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار(بیروت: دارالکتب العلمیۃ،ط1، 1417ھ، تحقیق:ابوعبدالرحمٰن صلاح بن محمد بن عویضۃ، مسئلہ 31: فی بیان المنقطع والمعضل)، ج291/1۔

[53] پوری روایت یوں ہے: **عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتَّى يَجْمَعَهَا إِلَى الْعَصْرِ، فَيُصَلِّيَهُمَا جَمِيعًا، وَإِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ زَيْغِ الشَّمْسِ، صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، ثُمَّ سَارَ، وَكَانَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْعِشَاءِ، وَإِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، عَجَّلَ**

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتَّى يَجْمَعَهَا إِلَى الْعَصْرِ[54] "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے سورج کے ڈھلنے سے قبل کوچ کیا تو ظہر کی نماز کو اس طرح موخر کیا کہ اسے عصر کے نماز کے ساتھ ملا کر پڑھا"۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سہارنپوری نے حکم بھی لگایا ہے اور مختلف ائمہ کے اقوال کو پیش کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: **قال فی البدر المنیر :ان للحفاظ فی ھذا الحدیث خمسة اقوال: احدھا :انه حسن غریب،قاله الترمذی۔ثانیھا:انه محفوظ صحیح،قال ابن حبان۔ثالثھا:انه منکر،قاله ابوداؤد۔رابعھا: انه منقطع،قاله ابن حزم ۔خامسھا: انه موضوع،قاله الحاکم ،واصل حدیث ابی طفیل فی حدیث مسلم ،وابو طفیل عدل ثقةمامون**[55] " بدر المنیر میں ہے کہ اس حدیث کے بارے میں محدثین کے پانچ اقوال ہیں۔اول: یہ حسن غریب ہے، یہ قول امام ترمذی کا ہے۔دوم: یہ محفوظ صحیح ہے، یہ رائے ابن حبان کی ہے۔سوم: یہ حدیث منکر ہے اس قول کے قائل امام ابوداؤد ہیں۔چہارم: ابن حزم کے نزدیک مذکورہ حدیث منقطع ہے۔پنجم: امام حاکم[56] نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔دراصل ابو طفیل کی حدیث صحیح مسلم میں ہے اور ابو طفیل عادل، ثقہ اور مامون ہے۔ مولانا سہارنپوری نے ائمہ کے اقوال کے ساتھ حدیث مذکور پر حکم لگایا ہے لیکن کسی کے قول پر نہ تو تبصرہ کیا ہے اور نہ ہی اپنے ذاتی رجحان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نتائجِ بحث

دین اسلام کے باقی ادیان پر غلبے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اس دین کے ماننے والوں نے جہاں اپنی الہامی کتاب کی حفاظت کی تو وہیں اپنے نبی کے حالات کو بھی اس انداز سے محفوظ کیا کہ ادیانِ عالم میں اس کی مثال عنقاء ہے۔آپ ﷺ کے ارشادات مبارکہ کی حفاظت تو ایک طرف ،اہل اسلام نے آپ ﷺ کے اندازِ تکلم کو بعینہٖ محفوظ کرکے اگلی نسلوں تک منتقل کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔پھر حدیث کے قبول وعدم قبول کے لیے ایسے کڑے اصول وضوابط مقرر کر دیے جن کے ہوتے ہوئے ہر زمانے میں حدیث کی حیثیت کو پرکھا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ میں

الْعِشَاءَ فَصَلَّاهَا مَعَ الْمَغْرِبِ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا قُتَيْبَةُ وَحْدَهُ(سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب الجمع بین الصلاتین، رقم الحدیث: 1220۔)

[54] سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب الجمع بین الصلاتین، رقم الحدیث: 1220۔

[55] سہارنپوری، بذل المجہود، 377/5۔

[56] یاد رہے کہ ابن قیم نے زاد المعاد میں امام حاکم سے اسی طرح نقل کیا ہے لیکن دلائل کے ساتھ اسے رد بھی کیا ہے۔ملاحظہ ہو: شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیۃ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ط2، 1407ھ، تحقیق: شعیب الارنؤوط وصاحبہ)، 477/1-478۔

لکھی جانے والی کتب حدیث کے مصنفین نے جب ان کی تالیف کی تو ساتھ ساتھ احادیث کی حیثیت پر بھی کلام کیا۔ بعد میں جب ان کتب کی شروحات لکھی جانے لگیں تو شارحین نے بھی اپنی جستجو اور تحقیق کی، سابقہ محدثین کے لگائے گئے حکم کو من وعن تسلیم نہیں کیا بلکہ محدثین کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے جہاں جہاں تسامحات نظر آئے ان کی نشاندہی بھی کی۔ مولانا سہارنپوری نے بھی بذل المجہود میں یہی طرز اپنایا ہے۔ زیرِ نظر موضوع کے حوالے سے بذل المجہود کے مطالعے سے حسب ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

1۔ مولانا سہارن پوری نے اپنی اس شرح میں یہ طرز اپنایا ہے کہ امام ابوداؤد نے اپنی تحقیق سے جن احادیث پر کوئی حکم لگایا، یا سکوت اختیار فرمایا، ان کی مکمل تحقیق کرنے کے بعد اگر اس حدیث کو اسی طرح پایا جس طرح اس پر حکم لگایا گیا تھا تو اسے ذکر کردیا، اور قرائن سے اس کے برخلاف کوئی حکم معلوم ہوا تو اسے دلائل سے منظر عام پر لے آئے۔

2۔ حدیث کی صحت کو جانچنے کے لیے اپنے پیش روشارحینِ حدیث کی تقریر سے بھی استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جن میں علامہ خطابی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور خاص طور پر علامہ منذری وغیرہ شامل ہیں، اور اگر ان سے بھی کوئی تسامح ہو جائے تو اسے بھی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ یہ وہ پہلو ہے جس سے کسی شارح کی علمِ حدیث میں دسترس اور اس کے فنان ہونے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا سہارن پوری اس حوالے سے انتہائی محتاط اور بلیغ النظر معلوم ہوتے ہیں۔

3۔ ایک بات جس کی تشنگی محسوس کی گئی کہ بعض مقامات پر انتہائی اختصار کے ساتھ وضاحت کی گئی حالانکہ مقام زیادہ تفصیل کا تھا۔

4۔ اسی طرح جہاں احادیث پر مرسل، ضعیف، منقطع اور معضل وغیرہ کا حکم لگایا گیا تو ان اصطلاحات کی تعریف نہیں کی گئی، اگر تعریف بھی کردی جاتی تو قاری کے لیے زیادہ سہولت رہتی، جیسا کہ ایک مقام پر مرسل کی تعریف اور اس کے حکم کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

5۔ واضح رہے کہ مرسل، منقطع وغیرہ اصطلاحات کی تعریف وتوضیح میں اصولیین اور محدثین کا اختلاف ہے، جس سے حدیث کا ایک عام طالب علم ناواقف ہوتا ہے، مولانا سہارنپوری کسی جگہ اس کی وضاحت کردیتے تو قاری کے لیے دلچسپی کا باعث ہوتا۔